

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

تفہیم القرآن

الطلاق

نام | اس سورہ کا نام ہی الطلاق نہیں ہے، بلکہ یہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں طلاق ہی کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے سورۃ النساء النفریٰ بھی کہا ہے یعنی چھوٹی سورۃ النساء۔

زمانہ نزول | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مراحت فرمائی ہے اور سورۃ کے مضمون کی اندرونی تہاتر بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کا نزول لازماً سورۃ بقرہ کی اُن آیات کے بعد ہوا ہے جن میں طلاق کے احکام پہلی مرتبہ دیئے گئے تھے۔ اگرچہ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اس کا ٹھیک زمانہ نزول کیا ہے لیکن بہر حال روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب سورۃ بقرہ کے احکام کو سمجھنے میں لوگ غلطیاں کرنے لگے، اور علما بھی اُن سے غلطیوں کا صدور ہونے لگا، تب اللہ تعالیٰ نے اُن کی اصلاح کے لیے یہ ہدایات نازل فرمائیں۔

موضوع اور مضمون | اس سورہ کے احکام کو سمجھنے کے لیے غروہی ہے کہ اُن ہدایات کو پھر سے ذہن میں تازہ کر لیا جائے جو طلاق اور عذرت کے متعلق اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ، فَاِذَا مَسَّكُمُ الْبَعْثُ فَاَوْفُواْ بِاَحْسَانٍ (البقرہ ۲۲۹) طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عذرت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے۔
وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَدَّوْنَ اِلَيْهِمْ بِاَلْفِ سِتٍّ ثَلَاثَةَ قُرُوْبٍ وَكَوَلَتْهُنَّ اٰحْقُ بِرَدِّهِنَّ

فِي ذَٰلِكَ إِنَّ أَرَادُوا إِصْلَاحًا لِلْبَرِّ (البقرہ - ۲۲۸) اور مطلقہ عورتیں طلاق کے بعد تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔۔۔۔ اور ان کے شوہر اس مدت میں ان کو اپنی زوجیت میں، وہیں سے لینے کے حق دار ہیں اگر وہ اصلاح پر آمادہ ہوں:

فَإِنْ طَلِقُوا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ صَدُوقًا غَيْرَهُ (البقرہ - ۲۲۹)۔
 - پھر اگر وہ تیسری بار، اس کو طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس عورت کا نکاح کسی اور سے ہو جائے۔۔۔۔۔

إِذَا انْكِحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا دِلاخِرَاب - ۴۹ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں بائیس سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ مِنْ أَمْوَاجٍ يَتَّبِعُونَ بِأَنفُسِهِمْ أَزْوَاجَهُمْ (البقرہ - ۲۲۴) اور تم میں سے جو لوگ مردانہ اور عورتیں اور بچے پیدا کر رہے ہیں تو وہ عورتیں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔
 ان آیات میں جو قواعد مقرر کیے گئے تھے وہ یہ تھے:

(۱) ایک مرد زیادہ سے زیادہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے سکتا ہے۔

(۲) ایک یا دو طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر شوہر کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد وہی مرد و عورت پھر نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، اس کے لیے تعمیل کی کوئی شرط نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ تین طلاق دے دے تو عدت کے اندر رجوع کا حق ساقط ہو جاتا ہے، اور دوبارہ نکاح بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک عورت کا نکاح کسی اور مرد سے نہ ہو جائے اور وہ کبھی اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے سکے۔

(۳) بدخلہ عورت، جس کو حیض آتا ہو، اس کی عدت یہ ہے کہ اسے طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض

آجائے۔ ایک طلاق یا دو طلاق کی صورت میں اس عدت کے معنی یہ ہیں کہ عورت ابھی تک اُس شخص کی زوجیت میں ہے اور وہ عدت کے اندر اُس سے رجوع کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مرد تین طلاق دے چکا ہو تو یہ عدت رجوع کی گنجائش کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے عورت کسی اور شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(۴) غیر مدخلہ عورت، جسے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے، اُس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے۔ وہ چاہے تو طلاق کے بعد فوراً نکاح کر سکتی ہے۔

(۵) جن عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

اب یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ سورہ طلاق ان قواعد میں سے کسی قاعدے کو منسوخ کرنے یا اُس میں ترمیم کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے، بلکہ دو مقاصد کے لیے نازل ہوئی ہے۔

ایک یہ کہ مرد کو طلاق کا جو اختیار دیا گیا ہے اسے استعمال کرنے کے ایسے حکیمانہ طریقے بتائے جائیں جن سے حتی الامکان علیحدگی کی فوریّت نہ آنے پڑے، اور علیحدگی ہو تو بدرجہ آخر ایسی حالت میں ہو جبکہ باہمی موافقت کے سارے امکانات ختم ہو چکے ہوں۔ کیونکہ خدا کی شریعت میں طلاق کی گنجائش صرف ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر رکھی گئی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند فرماتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جواز و واجی تعلق قائم ہو چکا ہو وہ پھر کبھی ٹوٹ جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا لِّلْبَعْضِ مِنَ الْبَعْضِ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ اسی چیز کو حلال نہیں کیا ہے جو طلاق سے بڑھ کر اُسے ناپسند ہو۔ (ابوداؤد)۔ اور ابغص الحلال الی اللہ عز و جل الطلاق۔ تمام حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔ (ابوداؤد)۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ سورہ بقرہ کے احکام کے بعد جو مزید مسائل جواب طلب باقی رہ گئے تھے ان کا جواب دے کر اسلام کے عائلی قانون کے اس شعبہ کی تکمیل کر دی جائے۔ اس سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن مدخلہ عورتوں کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا جنہیں ایسی حیض آنا شروع ہی

نہ ہوا ہو، طلاق کی صورت میں ان کی عدت کیا ہوگی۔ اور جو عورت حاملہ ہو اسے اگر طلاق دے دی جائے یا کاشوہر مر جائے تو اس کی عدت کی مدت کیا ہے۔ اور مختلف قسم کی مطلقہ عورتوں کے نفقہ اور سکونت کا انتظام کس طرح ہوگا اور جس بچے کے والدین طلاق کے ذریعہ سے الگ ہو چکے ہوں اس کی رضاعت کا انتظام کس طرح کیا جائے۔

اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے

اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دیا کرو۔

یعنی تم لوگ طلاق دینے کے معاملہ میں یہ بلد بازی نہ کیا کرو کہ جو نہی میاں بیوی میں کوئی جھگڑا ہوا، فوراً ہی غصے میں آکر طلاق دے ڈالی، اور نکاح کا جھٹکا اس طرح کیا کہ رجوع کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ بلکہ جب تمہیں بیویوں کو طلاق دینا ہو تو ان کی عدت کے لیے دیا کرو۔

”عدت کے لیے“ طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد ہیں۔ ایک مطلب اس کا یہ ہے کہ عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دو، یا بالفاظ دیگر اس وقت طلاق دو جس سے ان کی عدت شروع ہوتی ہو۔ یہ بات سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ میں بتائی جا چکی ہے کہ جس مدعوہ عدت کو حیض آتا ہو اس کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آنا ہے اس حکم کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جاتے تو عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دینے کی صورت لازماً یہی ہو سکتی ہے کہ عدت کو حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے، کیونکہ اس کی عدت اس حیض سے شروع نہیں ہو سکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو، اور اس حالت میں طلاق دینے کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے خلاف عورت کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے۔ مزید براں اس حکم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ عورت کو اس طہر میں طلاق نہ دی جائے جس میں شوہر اس سے مباشرت کر چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں طلاق دیتے وقت شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا مباشرت کے نتیجے میں کوئی حمل قرار پا گیا ہے یا نہیں، اس وجہ سے عدت کا آغاز نہ اس مفرغے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ عدت آئندہ حیض کی اعتبار سے ہوگی اور نہ اسی مفرغے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ حاملہ عورت کی عدت ہوگی پس یہ حکم بیک وقت دو باتوں کا مقتضی ہے ایک یہ کہ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔ دوسرے یہ کہ طلاق یا تو اس طہر میں دی جائے جس میں

مباشرت نہ کی گئی ہو، یا پھر اُس حالت میں دی جائے جبکہ عورت کا معاملہ ہونا معلوم ہو۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ طلاق پر یہ قیدیں لگانے میں بہت بڑی مصلحتیں ہیں جیسا کہ حالت میں طلاق نہ دینے کی مصلحت یہ ہے کہ یہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان مباشرت ممنوع ہونے کی وجہ سے ایک طرف کا بُعد پیدا ہو جاتا ہے، اور طبی حیثیت سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اس حالت میں عورت کا مزاج معمول پر نہیں رہتا۔ اس لیے اگر اُس وقت دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو عورت اور مرد دونوں اُسے رفع کرنے کے معاملہ میں ایک خدشہ محسوس ہوتے ہیں، اور جھگڑے سے طلاق تک فوٹ پہنچانے کے بجائے اگر عورت کے حیف سے فارغ ہونے تک انتظار کر لیا جائے تو اس امر کا کافی امکان ہوتا ہے کہ عورت کا مزاج بھی معمول پر آجائے اور دونوں کے درمیان فطرت نے جو طبعی کشش رکھی ہے وہ بھی اپنا کام کر کے دونوں کو پھر سے جوڑ دے۔ اسی طرح جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اُس میں طلاق کے ممنوع ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اُس زمانے میں اگر حل قرار پا جائے تو مرد اور عورت، دونوں میں سے کسی کو بھی اُس کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ وقت طلاق دینے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ عمل کا علم ہو جانے کی صورت میں تو مرد بھی دس مرتبہ سوچے گا کہ جس عورت کے پیٹ میں اس کا بچہ پرورش پا رہا ہے اسے طلاق سے یا نہ دے، اور عورت بھی اپنے اور اپنے بچے کے مستقبل کا خیال کر کے شوہر کی ناراضی کے اسباب کو دیکھنے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اندھیرے میں بے سوچے سمجھے تیر چلا بیٹھنے کے بعد اگر معلوم ہو کہ حل قرار پا چکا تھا، تو دونوں کو بچپنا پا پڑے گا۔

یہ تو ہے ”عدت کے لیے“ طلاق دینے کا پہلا مطلب، جس کا اطلاق صرف اُن مدخلہ عورتوں پر ہوتا ہے جن کو حیض آتا ہو اور جن کے معاملہ ہونے کا امکان ہو۔ اب ہذا اس کا دوسرا مطلب، تو وہ یہ ہے کہ طلاق دینا ہو تو عدت تک کے لیے طلاق دو، یعنی بیک وقت تین طلاق دے کہ ہمیشہ کی علیحدگی کے لیے طلاق نہ دے بیٹھو بلکہ ایک، یا حد سے حد و طلاقیں دے کہ عدت تک انتظار کرو تا کہ اس مدت میں ہر وقت تمہارے لیے رجوع کی گنجائش باقی رہے۔ اس مطلب کے لحاظ سے یہ حکم اُن مدخلہ عورتوں کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آتا ہو اور اُن کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، یا جن کا طلاق کے وقت معاملہ ہونا معلوم ہو۔ اس فرمانِ الہی کی پیروی کی جائے تو کسی شخص کو بھی طلاق دے کر بچپنا

نہ ٹپسے، کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عدت کے اندر رجوع بھی ہو سکتا ہے، اور عدت گزر جانے کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ سابق میاں بیوی پھر باہم رشتہ جوڑنا چاہیں تو از سر نو نکاح کر لیں۔

طَلَيْتُوهُنَّ لِعَدَّتِ قِهَتْ کے یہی معنی اکابر مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”طلاق حیض کی حالت میں نہ دے، اور نہ اُس طہر میں دے جس کے اندر شوہر مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ حیض سے فارغ ہو کر وہ ظاہر ہو جائے۔ پھر اسے ایک طلاق دے دے اس صورت میں اگر وہ رجوع نہ بھی کرے اور عدت گزر جاتے تو وہ صرف ایک ہی طلاق سے جدا ہوگی“ (ابن جریر)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ”عدت کے لیے طلاق یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے۔“ یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عطاء، مجاہد، میمون بن مہران، مغالہ بن جیان، اور ضحاک رحمہم اللہ سے مروی ہے (ابن کثیر)۔ عکرمہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں ”طلاق اس حالت میں دے کہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو، اور اس حالت میں نہ دے کہ وہ اس سے مباشرت کر چکا ہو اور کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ حاملہ ہو گئی ہے یا نہیں“ (ابن کثیر)۔ حضرت حن بصری اور ابن سیرین، دونوں کہتے ہیں ”طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے، یا پھر اُس حالت میں دی جائے جبکہ حمل ظاہر ہو چکا ہو“ (ابن جریر)۔

اس آیت کے منشا کو بہترین طریقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس موقع پر واضح فرمایا تھا جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیلات قریب قریب حدیث کی تمام کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، اور وہی درحقیقت اس معاملہ میں قانون کی مانند ہیں۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمرؓ نے جا کر حضورؐ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ”اُس کو حکم دو کہ بیوی سے رجوع کر لے اور اسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو، پھر اُسے حیض آئے اور اُس سے بھی فارغ ہو کر وہ پاک ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے۔“ یہی وہ عدت ہے جس کے لیے طلاق دینے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ”یا تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے، یا پھر ایسی حالت میں دے جبکہ اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو۔“

اس آیت کے منشا پر زبرد روشنی چند اور احادیث بھی ثبوتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے منقول ہیں۔ نسائی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک وقت تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ حضور یہ سن کر غصے میں پھڑپھڑے ہو گئے اور فرمایا ایدع بکتاب اللہ وانا نین اظہر کھ۔ ”کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ اس حرکت پر حضور کے غصے کی کیفیت دیکھ کر ایک شخص نے پوچھا کیا میں اسے قتل نہ کروں؟ عبدالرزاق نے حضرت عبادہ بن الصامت کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالیں۔ انہوں نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا بانت منه ثلاث فی معصیۃ اللہ تعالیٰ، وبقی تسعۃ و سبع وتسعون ظلمًا وعدوانًا، ان شاء اللہ عذیبہ، وان شاء غفرلہ۔ ”تین طلاقیں کے ذریعہ سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی، اور ۹۷ ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔“ حضرت عبداللہ بن عمر کے قصے کی جو تفصیل دارقطنی اور ابن ابی شیبہ میں روایت ہوئی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور نے جب حضرت عبداللہ بن عمر کو رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا پھر بھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ حضور نے جواب دیا لا، کانت تبین منک وکانت معصیۃ نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا؟ ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ اذا قد عصیت ربک و بات منک امراء تک۔ ”اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی“ صحابہ کرام سے اس بارے میں جو فتاویٰ منقول ہیں وہ بھی حضور کے اپنی ارشادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مؤطا میں ہے کہ ایک شخص نے اگر حضرت عبداللہ بن مسعود سے کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر اس پر تمہیں کیا فتویٰ دیا گیا؟ اس نے عرض کیا ”مجھ سے کہا گیا ہے کہ عورت مجھ سے جدا ہو گئی۔“ آپ نے فرمایا صدقوا، هو مثل ما یقولون، لو گروں نے سچ کہا، مشکہ یہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ عبدالرزاق نے علقمہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے ابن مسعود سے کہا میں نے اپنی بیوی کو ۹۹ طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ثلاث تبینھا و سائرھن عدوان۔ ”تین طلاقیں اسے

جدا کرتی ہیں، باقی سب زیادتیاں ہیں۔“ وکیع بن الجراح نے اپنی سُنن میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، دونوں کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ سے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہنر اطلاق دے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بانت منك ثلاث۔ وہ تین طلاقیں سے تجھ سے جدا ہو گئی۔ ایسا ہی واقعہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے جواب دیا بانت منك ثلاث واھم سائرھن علی فساھم یتین طلاقیں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی طلاقیں کو اپنی دوسری عورتوں پر تقسیم کرنا پھر۔ ابو داؤد اور ابن جریر نے تھوڑے فقہی فرق کے ساتھ مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ وہ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان سے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ ابن عباسؓ سُن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا شاید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف پٹا دینے والے ہیں پھر انہوں نے فرمایا تم میں سے ایک شخص پہلے طلاق دینے میں حماقت کا ارتکاب کر گزرتا ہے، اس کے بعد آکر کہتا ہے یا ابن عباسؓ، یا ابن عباسؓ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا، اور تو نے اللہ سے نفی نہیں کیا۔ اب میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی۔ ایک اور روایت جسے مؤطاء اور تفسیر ابن جریر میں کچھ فقہی فرق کے ساتھ مجاہد ہی سے نقل کیا گیا ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سوطاقتیں دے دیں، پھر ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا تین طلاقیں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی ۹۹ سے تو نے اللہ کی آیات کو کھیل بنایا۔ یہ مؤطاء کے الفاظ ہیں۔ ابن جریر میں ابن عباسؓ کے جواب کے الفاظ یہ ہیں: تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی اور تو نے اللہ کا خوف نہیں کیا کہ وہ تیرے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرتا۔ امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اِنَّ عَمَّكَ عَصَى اللّٰہِ فَاَتَمَّ واطلَع الشیطان فلعن جلیل له مخرجاً۔ تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی اللہ نے اس کے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔ ابو داؤد اور مؤطاء میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، پھر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا اور فتویٰ پوچھنے نکلا۔

حدیث کے راوی محمد بن ایاس بن بکیر کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ مرنے کا جواب یہ تھا انک ارسلت من یدک ما کان من فضل ۛ تیرے لیے جو گنجائش تھی تو نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ زنجشتری نے کثافات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جو شخص بھی ایسا آتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاقوں کو نافذ کر دیتے تھے۔ سعید بن منصور نے یہی بات صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس معاملہ میں صحابہ کرام کی عام رائے، جسے ابن ابی شیبہ اور امام محمد نے ابراہیم نعمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، یہ تھی کہ ان الصحابة رضی اللہ عنہم کا نوا یستحبون ان یطلقوا واحدة ثم یتزکھا حتی یتحیض ثلاثة حیض ۛ صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ آدمی بیوی کو صرف ایک طلاق دے دے اور اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اسے تین حیض آجائیں ۛ یہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔ اور امام محمد کے الفاظ یہ ہیں: کا نوا یستحبون ان لا یتزیدوا فی الطلاق علی واحدة حتی یتحیضی العدة ۛ اُن کو پسند یہ طریقہ تھا کہ طلاق کے معاملہ میں ایک سے زیادہ نہ بڑھیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے ۛ

ان احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا منشا سمجھ کر فقہائے اسلام نے جو مفصل تالوق مرتب کیا ہے اسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

(۱) خفیہ طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، حسن اور بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے جماعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ بحسن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے، اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ یہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جاسکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا

شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن لمختص، حمدہ الفاری)

امام مالکؒ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں، بٹہی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخلہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، ٹھہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے ٹھہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو یا مباشرت کیے بغیر ایک ٹھہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ ٹھہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔ اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔ (حاشیہ الشیخ علی الشرح المکبیر۔ احکام القرآن لابن العربی)

امام احمد بن حنبلؒ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور خنابلہ کا اتفاق ہے: مدخلہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ٹھہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ لیکن اگر اسے تین ٹھہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں یا ایک ہی ٹھہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا ایک وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے ٹھہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔ لیکن اگر عورت غیر مدخلہ ہو، یا ایسی مدخلہ ہو جسے حیض آتا نہ ہو گیا ہو یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔ (الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف علی مذہب احمد بن حنبلؒ)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق صرف وقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد کے لحاظ سے۔ یعنی مدخلہ عورت جس کو حیض آتا ہو، اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا، یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے

ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جاچکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، بدعت اور حرام ہے۔
 رہی طلاقیں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ
 طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اور غیر مذکورہ عورت، یا ایسی عورت جسے حیض آنا
 بند ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو چکا ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی
 فرق نہیں ہے (مفنی المحتاج)،

(۲) کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ
 واقع ہی نہ ہو۔ چاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تین طلاقیں دے
 دی گئی ہوں، یا ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جاچکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا
 ہو، یا کسی اور ایسے طریقہ سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے، بہر حال واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ
 آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے مجتہدین نے اس مسئلے میں ائمہ اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

سعید بن المسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق
 دے، یا بیک وقت تین طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہی رائے امامیہ کی
 ہے۔ اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لیے یہ غیر مؤثر ہے حالانکہ
 اوپر جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت
 حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے
 کیا معنی؟ اور یہ بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور نے اور اکابر صحابہؓ نے ایک سے زیادہ طلاق دینے
 والے کو اگرچہ گناہ گار قرار دیا ہے، مگر اس کی طلاق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔

طاؤس اور عکرمہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔
 اور اسی رائے کو امام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے۔ اُن کی اس رائے کا ماخذ یہ روایت ہے کہ ابو الصہبہ
 نے ابن عباس سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد
 میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں بخیر!

مسلم۔ اور مسلم، ابو داؤد اور مسند احمد میں ابن عباس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد، اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگ ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جس میں اُن کے لیے سوچ سمجھ کر کام کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اب کیوں نہ ہم ان کے اس فعل کو نافذ کر دیں؟ چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا۔“

لیکن یہ رائے کئی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ اول تو متعدد روایات کے مطابق ابن عباس کا اپنا فتویٰ اس کے خلاف تھا جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ بات اُن احادیث کے بھی خلاف پڑتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ سے منقول ہوئی ہیں، جن میں بیک وقت تین طلاق دینے والے کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اس کی تینوں طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ یہ احادیث بھی ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں۔ یہ اختلاف بھی ہم نے اوپر نقل کر دی ہے۔ تیسرے، خود ابن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مجمع میں تین طلاقیں کو نافذ کرنے کا اعلان فرمایا تھا، لیکن نہ اُس وقت، نہ اُس کے بعد کبھی صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کا اظہار کیا۔ اب کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ سنت کے خلاف کسی کام کا فیصلہ کر سکتے تھے؟ اور سارے صحابہؓ اس پر سکوت بھی اختیار کر سکتے تھے؟ مزید برآں رکانہ بن عبید بن ربیعہ کے قصے میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، امام شافعی، دارمی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رکانہ نے جب ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حلف دے کر پوچھا کہ ان کی نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی (یعنی باقی دو طلاقیں پہلی طلاق پر زور دینے کے لیے ان کی زبان سے نکل گئیں، تین طلاق دے کر ہمیشہ کے لیے خدا کر دینا مقصود نہ تھا) اور جب انہوں نے یہ حلف بیان دیا تو آپ نے ان کو رجوع کا حق دے دیا۔ اس سے اس معاملہ کی اصل حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ ابتدائی دور میں کس قسم کی طلاقیں کو ایک کے حکم میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر شارحین حدیث نے ابن عباس کی روایت کا یہ مطلب لیا ہے کہ ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کے اندر دینی معاملات میں خیانت قریب قریب مفقود تھی، اس لیے تین طلاق دینے والے کے اس بیان کو تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ اس کی اصل نیت ایک طلاق دینے کی تھی اور باقی دو طلاقیں محض پہلی طلاق پر زور دینے کے لیے تھیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ لوگ پہلے جلد بازی کر کے تین تین

ملاقاتیں دے دیتے ہیں اور پھر تاکید کا بہانہ کرتے ہیں تو انہوں نے اس بہانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام نووی اور امام شمس کی نے اسے ابن عباس والی روایت کی بہترین تاویل قرار دیا ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ خود ابو السہب، ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے جو ابن عباس کے قول کے بارے میں ان سے مروی ہیں مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے انہی ابو السہب سے ایک دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ ان کے درمیت کرنے پر ابن عباس نے فرمایا ”ایک شخص جب خلوت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے عہد اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا“ اس طرح ایک ہی راوی نے ابن عباس سے دو مختلف مسنونوں کی روایتیں نقل کی ہیں اور یہ اختلاف دونوں روایتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔

(۳) حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا تھا، اس لیے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی میں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائیگا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا (عمدة القاری)۔ ہذا یہ میں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے یعنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین طلاقیں نہ دے ڈالی ہوں اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد واپس طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہیے تو دسے تاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔ الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لیے رجوع کرنا مستحب ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابلِ دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہر حال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈالتا رہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دے پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر بھی نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کر دے کہ ”میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کر دی“ اور

حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہو گا جس کے بعد مرد کے لیے اُس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہو گا، خواہ اس کی نیت جمع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت اُس کی نیت کی قائم مقام ہے (حاشیہ اللہ سوتی)۔ مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لیے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں اسے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ ظاہر ہو اُس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لیے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اُسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے بعد والا طہر ہی ہے (حاشیہ اللہ سوتی)۔

(م) جب طلاق دینے والے کے لیے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ اور یہ اختلاف اس سوال پر پیدا ہوا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک قرء سے مراد طہر ہے، اور یہ رائے حضرت عائشہ، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے منقول ہے جنہیں کا مذہب یہ ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ رائے چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبادہ بن صامیت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد نے موطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ اصحابوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی رائے یہی تھی۔ اور یہی رائے بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا پر شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عادت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حتی رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، تو اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہو گا، بلکہ چونکہ حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی (معنی المحتج - حاشیہ اللہ سوتی) جنہیں کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عادت کی عدت ختم ہو جائے گی خواہ عورت غسل کرے یا نہ کرے۔ اور اگر دس دن سے کم میں خون بند ہو جائے تو عدت اُس وقت تک ختم نہ ہوگی جب

نیک عورت غسل نہ کر لے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جاتے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہو گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ)۔ امام احمد کا مقبہ مذہب جس پر جمہور خلافت کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرے مرد کا حق رجوع باقی ہو گا (۱۵) رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے دو بیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸) میں فرمایا گیا ہے: **وَيُجَوِّزُونَ أَحَقَّ بِرِدِّهِمْ فِي ذَٰلِكَ**، اُن کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے کے پوری طرح حق دار ہیں۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک اُن کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لیے عورت کی رضا ضروری ہو یا اس حد تک اتفاق کے بعد آگے رجوع کے طریقے میں فقہاء کی رائے مختلف ہو گئی ہے۔

شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل، خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائیگا، بلکہ اس صورت میں عدت سے ہر قسم کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو، لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے، البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تغیر یہی جانی جائے گی۔ مزید برآں شافعی مسلک کی رو سے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ مباشرت کرنے پر بہر حال نہر مثل لازم آتا ہے خواہ اس کے بعد آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے (دفعی المحتاج)۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر ہی رجوع کے صریح الفاظ کہہ دے تو وہ رجوع قرار پائیں گے۔ لیکن اگر الفاظ صریح نہ ہوں تو وہ صرف اُس صورت میں رجوع قرار دیئے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط

ہو یا مباشرت۔ اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ حاشیہ
الذہبی۔ احکام القرآن لابن العربی۔

حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی ہے جو مالکیہ کا ہے۔ ربا رجوع بالفعل۔ تو
مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعتیہ سے مباشرت کر
لے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ رجوع کی نیت ہو یا نہ ہو البتہ دونوں مسلک میں فرق یہ ہے کہ حنفیہ کے
نزدیک اختلاف کا ہر فعل رجوع ہے خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاف کو
رجوع نہیں مانتے (بہایہ نتج التقدير، عمدۃ القاری، الانصاف)۔

(۶) طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت
میں اگر عدت گزر بھی جائے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضامندی سے پھر نکاح
ہو سکتا ہے لیکن اگر آدمی تین طلاق دے چکا ہو تو نہ عدت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدت گزر جانے
کے بعد دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اتنا یہ کہ اس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صحیح نوعیت
کا ہو، دوسرا شوہر اس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مری جائے اس
کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر باہمی رضامندی کے ساتھ از سر نو نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث
کی اکثر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک
شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس
دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی۔ پھر اس نے
اسے طلاق دے دی، اب کیا اس عورت کا اپنے سابق شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ حضور نے جواب
دیا: لا، حتی ینذوق الآخون عسلتها ما ذاق الأول نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے
آسی طرح طفت اندوز نہ ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر سمٹا تھا۔ ربا سازشی نکاح، جس میں پہلے سے بیٹھو
جو کہ عورت کو سابق شوہر کے بے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے
کے بعد اسے طلاق دے گا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح ناسد ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

اس سے تحلیل تر ہو جاتے گی، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المحلل والمحلل لہ؟ اللہ نے تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی - نسائی)۔ حضرت عقیبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا الا اخبرکم بالتیس المستعاس؟ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کرائے کا سانڈ کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرماتیں۔ فرمایا ہوا المحلل، لعن اللہ المحلل والمحلل لہ؟ وہ تحلیل کرنے والا ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے۔ (ابن ماجہ - دارقطنی)۔

تصحیح

تفہیم القرآن جلد دوم میں حسبِ ذیل مقامات پر طباعت کی غلطیاں پائی گئی ہیں جن صحابہ کے پاس یہ کتاب موجود ہے وہ ان کی اصلاح فرمائیں:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴	۳	يَبْجَدُونَ	يَبْجَدُونَ
۳۵۲	۵	خَزِي	خَزِي
۳۷۱	۵	السِّيَاتِ	السِّيَاتِ
۴۲۰	۳	مَنْ	مَنْ
۴۹۱	۴	أَفِيدَتْهُمْ	أَفِيدَتْهُمْ
۵۵۵	۱	حَفَدَةً	حَفَدَةً